فضائلِ نعت کے تناظر میں مُحبّ اللہ نُوری کے محاسنِ کلام:

ایک جائزہ

THE BEAUTY OF MOHIBULLAH NOORI’S WORK IN THE CONTEXT OF VIRTUES OF NAAT: AN OVERVIEW

نوید حسین اقبال*

زینت صدیق**

ABSTRACT

The love of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is the truth that pervades the heart. It is an addiction that cannot be eradicated. The subject of praise of the Holy Prophet is very great and sacred. Mohibullah Noori is among those lovers who devoted their life in this great subject. He is prominent among the poets of the modern age who are famous for their ‘Naatiya Kalam’. He inherited the priceless wealth of Muhammad's love, which can be gauged from his Naat collection "Armaghan-e-Mahabbat". Noori’s ‘Naatiya Kalam’ is a menifestation of the flow of love towards the right direction of his imagination. "Armaghan-e-Mahabbat" is mostly in the form of ghazal. In the genre of ghazal, the abundance of love and affection has the glory of the ghazal. This paper is an overview of Noori’s Kalam in the context of Prophet’s love for the Muslim Ummah and his praise.

KEYWORDS: Islam, Prophet Muhammad, Armaghan-e-Mahabbat, love, ghazal

بحیثیت اِنسان اس ذاتِ گرامی کی تعریف وثنا کے لائق الفاظ نصیب ہونا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے اور بالآخر اعترافِ عجز کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہتا اور دوسری طرف زبان اور شاعری کے جمالیاتی تقاضے ہیں۔اس لیے نعت کا حق وہی ادا کر سکتا ہے، جو جذبۂ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو اور فنِ شاعری کی باریکیوں سے بھی واقف ہو۔ دنیائے شعر و سخن میں بڑے نامور شعراء پیدا ہوئے، جنھوں نے شہکار غزلیں کہیں، لاجواب نظمیں تخلیق

* ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی۔لاہور alamnashrah38@gmail.com

** ایم فل، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ لاہور۔لاہور

کیں، کسی نے مرثیہ گوئی میں نام پیدا کیا تو کسی نے جدت پسندی میں اپنا لوہا منوایا۔ کسی نے حالاتِ حاضرہ کو موضوعِ سخن بنایا تو کوئی انقلابی شاعر کہلایا۔ الغرض کوئی صنفِ سخن ایسی نہیں جس میں قادر الکلام شعراء نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ دنیائے فنِ شعر گوئی میں جن شعراء کو وہ مقام نصیب ہوا کہ ان کا لکھا ہوا کلام حجت مانا گیا اور انہیں سند تسلیم کیا گیا، لیکن جب نعت گوئی کا مرحلہ آتا ہے تو الفاظ ختم ہو جاتے ہیں۔ قلم رک جاتے ہیں، آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں، دلوں پہ رقت طاری ہو جاتی ہے، روانی سے اشعار کہنے والے سوچوں میں گم ہو جاتے ہیں، الفاظ کے جادوگر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، تخیل آفرینی کی صلاحیتیں جواب دینے لگتی ہیں کیونکہ نعت گوئی شاعری کا وہ نگینہ ہے جو بطورِ فن اپنی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ظاہراً یہ (فن) جس قدر آسان نظر آتا ہے، باطناً اسی قدر مشکل ہے۔ ناقدینِ ادب اس صنفِ سخن کو مشکل ترین شمار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف وہ ذاتِ گرامی ہے جو اپنی ذات میں ممدوحِ رب العالمین ہے۔ جو محمد ﷺ یعنی سراپا حمد و ستائش ہے جس کے جلوؤں کا نظارا قدسیوں کے لئے باعثِ فخر، مومنوں کے لئے وجہِ قرار، عاصیوں کے لئے وسیلۂ شفاعت، جملہ مخلوقات کے لئے ان کی تخلیق کی بِنا ہے۔ یہی وہ ذاتِ والا و ستودہ صفات ہے جس نے ابتدائے آفرینش میں خالق کو رَبّ تسلیم کیا، جو سب سے بڑھ کر اپنے اور کائنات کے رب کی حمد کرنے والا ہے۔

نعت گوئی عربی سے فارسی اور پھر اُردو زبان میں آئی۔ عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو زبان تک پہنچتے پہنچتے لفظ نعت ایک خاص مفہوم سے وابستہ ہو گیا، یعنی ایسے اشعار (بلکہ تحریریں بھی) جن میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف ہو، انھیں "نعت" کہا جاتا ہے اور نعت لکھنے والا نعت گو کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا نعت گوئی کا آغاز عربی زبان میں ہوا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عربی کے بعد سب سے زیادہ نعتیں اُردو میں لکھی گئی ہیں اور یہاں نعتوں کا بہت بڑا ذخیرہ اور سرمایہ موجود ہے۔ اگرچہ بظاہر نعت گوئی آسان لگتی ہے، لیکن اللہ توفیق نہ دے، تو نعت کہنا نہ صرف انسانی اختیار میں نہیں بلکہ انسان کے بس کا کام ہی نہیں۔ کتاب و سنت کی یہی وہ روشن تعلیمات ہیں، جن کے باعث صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کی ذات اور دعوت سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہ تھی۔ اپنے رب کی خوشنودی اور رضا اور اپنے محبوب از جاں رسولِ کریم ﷺ کی محبت اور اتباع سے وہ سرشار تھے۔ سیرت نبوی ﷺ اور اسوۂ صحابہؓ میں وہ سینکڑوں مواقع اور واقعات درج ہیں جو آپ کی ذات سے والہانہ شیفتگی اور آپ ﷺ کے پیغام کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے رکھنے کا ذوق و شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے نعت گو شعرا نے رسول اکرم ﷺ سے محبت کو نعت کی اساس اور بنیاد کا درجہ دے دیا، اس لئے نعت گو شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ سے والہانہ محبت، عقیدت اور شیفتگی رکھتا ہو۔

شاعر جس قدر آپ کی محبت میں سرشار ہو گا، اسی قدر اس کے کلام میں کیف اور اثر پیدا ہو گا۔ نعت کی دل آویزی، دل کشی اور خوبی کے لئے محبت رسول شرط ولازم ہے۔ نعت کے موضوع کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی ہونی چاہئے۔ نعت کے لوازمات میں ادب واحترام کے بہت سے پہلو ہیں جن کا تعلق موزوں زبان وبیان، انتخاب الفاظ، تشبیہ واستعارہ اور انداز تخاطب سے ہے۔ نعت کی مجموعی فضا کو ادب واحترام کے ان جذبات عالیہ سے سرشار ہونا چاہئے جن کی نعت متقاضی ہے۔ دراصل نعت ہے شانِ رسالت کا ادب واحترام۔ نعت کے اظہار میں ایسی تشبیہ یا استعارے سے گریز کرنا چاہئے جس سے نعت کی پاکیزگی اور شائستگی متاثر ہوتی ہے۔ نعت گوئی ایک ایسا نازک مقام ہے جس کی نزاکت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یعنی حضور نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ادب واحترام، الفاظ کا چناؤ، خیالات اور مضامین کی پاکیزگی اور منصبِ نبوت کا تقدس ہر وقت پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ یعنی نعت گوئی کے دوران کوئی ایسا کلمہ صادر نہ ہو جو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے شایانِ شان نہ ہو۔ نہ ہی آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو اس درجہ تک بڑھا دیا جائے کہ الوہیت اور عبدیت کا فرق مشکل ہو جائے۔ فاضل بریلوی امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہے۔

بے شک ذات مصطفی ﷺ کسی تعریف وتوصیف کی محتاج نہیں ہے کیونکہ رب العالمین نے "ورفعنا لک ذکرک" کہہ کر آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ اس کے باوجود اہل ایمان اپنی عقیدتوں، ارادتوں، محبتوں اور نیاز مندیوں کے نذرانے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر کے سچی اور پکی غلامی کا ثبوت دیتے ہیں اور خوشنودی اور رضائے مصطفی ﷺ کے طلب گار رہتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بندے تو بندے رب العالمین بھی اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔

عہدِ جدید میں جو شعرا نعت نگار کی حیثیت سے معتبر شخصیت کے حامل ہیں ان میں مُحبِّ اللہ نُوری کا نام بھی نمایاں ہے۔ عشقِ مُحمّدی ﷺ کی بے بہا دولت انہیں ورثے میں ملی۔ جس کا اندازہ ان کے نعتیہ مجموعہ "ارمغانِ محبّت" اور ان کے حال وقال سے بخوبی ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے نعتیہ کلام میں جو کچھ کہا ہے وہ فیضانِ محبّت کے زیرِ اثر ان کے تخیّل کی صحیح سمت کی جانب جولانی کا مظہر ہے۔ اسی فیضانِ محبّت سے جن پاکیزہ لمحات میں شاعر کے قلب کو ماسوا سے کسی حد تک یکسوئی حاصل ہوتی ہے تو اس کا وجدان حقیقتِ مُحمّدی ﷺ کا کچھ نہ کچھ ادراک کر لیتا ہے۔ یہی وہ مقدّس اور متبرک لمحات ہیں کہ جب کوئی نعتیہ شعر شاعر کے دل پر القا ہوتا ہے۔ یا کوئی اعلیٰ وارفع مضمون شخصیت کے

ذہن میں وارد ہو کر اس کی روح کو سرشار کر دیتا ہے اور اس کی فکر رسا اور طبیعت کی موزونیت کی ہم آہنگی سے کوئی نعتیہ شعر صفحۂ قرطاس پہ ظہور پاتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری دنیائے شعر و سخن میں منفرد نوعیت کے شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں رنگِ رضا، فکرِ طارق، اُسلوبِ رشید، اعتقادی اخلاص، قدامت وجدّت کا امتزاج، عالمانہ وقار اور والہانہ پن موجود ہے۔ اگر چہ یہ نعتیہ کلام میں اپنے پیش رو نعت نگاروں کی تقلید کرتے نظر آتے ہیں، مگر ان کا منفرد انداز یہ ہے کہ بارگاہِ حبیبِ کبریا ﷺ میں نہایت عاجزی اور منکسر المزاجی کے ساتھ ہر نعت کا آغاز دُرود شریف سے کرتے نظر آتے ہیں۔ گویا یہ مجموعہ نعت "ارمغانِ محبّت" دُرودوں کی سوغات ہے۔

راجا محمد کوثر سعیدی علم وادب کی پروردہ شخصیت مُحبّ اللہ نُوری کی نعت نگاری اور شخصیت کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

"حضرت صاحب زادہ محمد مُحبّ اللہ نُوری، علم وادب، شریعت وطریقت، فصاحت وبلاغت، شرافت ولیاقت کی جیّد و مُستند، قد آور اور نابغۂ روز گار شخصیت ہیں کہ جن کے رُوبرو حروفِ تہجّی، الفاظ و معانی، اشارے اور کنائے، فنی محاسن، معنوی جمال، جذبوں کی لطافت، فکری ثقاہت، تراکیب و ایجاد، حسین و جمیل تلازمات، اثر آفرینی، نکتہ طرازیاں، سرشاری عشق کے ساتھ لاشعور سے شعور کے سانچے میں ڈھل کر جب حمد و نعت کی صورت پاتی ہیں تو جن وملک بھی رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مشارق و مغارب میں منادی سنائی دیتی ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے ایک اور تحفہ بیش قیمت، جسم ورُوح کی لطافت کا سامان بہم پہنچانے کے لیے ہر ادب گاہ کی کسی نہ کسی شیلف میں جلوہ نما ہے۔"[1]

مُحبّ اللہ نُوری کا نعتیہ مجموعہ "ارمغانِ محبّت" کا بیشتر حصہ غزل کی ہیئت میں ہے۔ صنفِ غزل میں عشق و محبّت کی فراوانی، تغزّل کی کیف شان رکھتی ہے۔ اس میں انسانی جذبات، لطیف احساسات کا خمیر وادیٔ عشق سے اُٹھتا ہے۔ مُحبّ اللہ نُوری کے نعتیہ کلام میں عشق و محبّت کا تعلق محُسنِ انسانیت ﷺ کی ذاتِ اقدس کے اوصافِ جمیلہ کا مرہونِ منّت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاجدارِ عرب و عجم ﷺ سے اُلفتِ اسلام کی شرطِ اوّلین ہے۔ یہی عشق کی سرمستیاں ہی تو محبّت کی معراج ہیں۔ نبی مکرّم ﷺ کی محبّت وہ صداقت ہے کہ جس کے دل میں سما گئی اس نے ایمان کی سچائی کو پا لیا۔ پھر انسان کا مقصودِ آخرت کی کامرانی ہے۔ اس کا راز بھی اسی محبّت میں مضمر ہے۔ یہ وہ نشہ ہے جو کسی کے ختم کرنے سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کا موضوع نہایت عظیم اور مُقدّس ہے۔ اس لیے نعت کی عظمت و تقدیس میں کسی قسم کے شبہ اور امکان خفی کی بھی گنجائش باقی نہیں ہوتی۔ وہ محبوب جس کے بارے میں پروردگارِ عالم نے خود فرمایا:

وما ارسلنٰک الّا رحمۃ اللعالمین۔[2] ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

خالقِ کائنات اپنے محبوب ﷺ کی عظمت اور بلند و بالا شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ورفعنالک ذکرک۔[3] ترجمہ: آپ ﷺ کے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔

مذکورہ قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ پروردگارِ عالم نے خود اپنے محمد عربی ﷺ کی نعت بیان کی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مرزا غالب نے کہا تھا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است[4]

محبوبِ ربّ العالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف رحمۃ اللعالمین ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ "ورفعنالک ذکرک" کہہ کر آپ ﷺ کا ذکر زمین و آسمان میں بلند تر اور ارفع و بالا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی بلندیٔ ذکر کو بیان کرتے ہوئے مُحبّ اللہ نوری فرماتے ہیں:

ہو زمیں یا آسماں ، یا ہو مکان و لا مکاں
ہر جگہ اونچا کیا ذکر آپ ﷺ کا اللہ نے[5]

نبیٔ مکرّم، نُورِ مُجسّم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مُحبّ اللہ نوری کی محبّت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے قاضی مُصطفیٰ کامل یوں رقم طراز ہیں:

"ارمغانِ محبّت" ایک عالم باعمل علامہ محمد مُحبّ اللہ نوری کی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ ان کی نعتوں میں نبی پاک ﷺ سے عقیدت و محبّت کا دریا موجزن ملتا ہے۔ وہ شان کبریا کی عظمت و جلالت کا دامن بھی ساتھ ساتھ لہراتے ہیں۔ وہ اللہ پاک کی ربوبیت کا ذکر بھی اس انداز میں کرتے ہیں کہ شان کبریا اور شان مُصطفیٰ ﷺ نکھر کر واضح ہو جاتی ہے۔"[6]

مُحبّ اللہ نوری کے نعتیہ کلام کا بنظرِ استحسان مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے نعت نگاری اور نعت گوئی کے لیے بنے بنائے سانچوں اور مقبول عام زمینوں کے ساتھ ساتھ ان کے ذہن رسا نے نئی زمینوں میں شعر کہنے کے علاوہ بعض نئی زمینیں بھی پیدا کی ہیں۔ انہی زمینوں میں نعت رسول ﷺ کے لیے نہایت خوبصورت اشعار نکالے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جو حفظِ حُرمتِ سرکار ﷺ میں شہید ہوئے
ہمیشگی ہے انہی کی، دوام ان کے لیے

نہ غیر آقا کی خاطر اُٹھے قلم نُوریؔ
نگارشات کا ہو اختتام ان ﷺ کے لیے[7]

مُحبّ اللہ نوری کے نعتیہ کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے کلام میں سلاست و روانی اور برجستگی بھی ہے۔ ان کے کلام کا خاصا ہے کہ وہ ایسے رواں شعر کہتے ہیں جو پڑھنے والے کو بغیر کاوش کے یاد ہو جاتے ہیں۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

محمد مُصطفیٰ صلِّ علیٰ کا مرتبہ کیا ہے
خدا جانے ، کسی بندے کو تو اس کا پتا کیا ہے
شبِ مولود جن و انس حیرت سے پکار اُٹھے
زمیں سے آسماں تک نُور کا یہ سلسلہ کیا ہے[8]

یہ آخری شعر خود سپردگی کا مظہر تو ہے ہی لیکن اس میں شاعر نے جس توکل کا اظہار کیا ہے اسے مومن کا سرمایا کہا جا سکتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری نے ایک نعت میں ایک لفظ کی دوبار تکرار سے ردیف کا کام لیا ہے۔ یقیناً ایسی مشکل ردیف کا نبھانا استادانِ فن کا ہی کام ہے۔

مُحبّ اللہ نوری اُردو شعر و ادب میں ایک ایسے نعت گو ہیں جو رسول اللہ ﷺ کا سراپا ہی بیان نہیں کرتے بلکہ اس بات کا بھی برملا اظہار کرتے ہیں کہ نبی مکرّم ﷺ کی سیرت کی تعلیم ہمارا اوّلین فریضہ ہے اور ہماری نجات صرف اسی میں ہے۔ اس بات کے لیے مُحبّ اللہ نوری اپنے کلام میں مختلف پیرائے اختیار کرتے ہیں۔ عقیدت کے جذبے میں ڈوب جاتے ہیں اور اپنی گوہر مُراد پالیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کی والہانہ محبّت وعقیدت صرف شاعرانہ احساسات تک ہی نہیں آپ اپنی عملی زندگی میں بھی ایک سچّے عاشقِ رسول ﷺ نظر آتے ہیں۔ مُحبّ اللہ نوری اس بات سے بھی واقف ہیں کہ اسلام کے اصول عملی ہیں ان کا فلسفہ ہماری عملی زندگی کی اصلاح ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو پر اپنی زندگی گزارنے کی خواہش کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبّت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عرفانِ رب ملا ہمیں اُن ﷺ کے وُجود سے
حُبِّ رسول ﷺ پائی ہے ربِّ ودود سے
سب پر خدا نے سرور کونین ﷺ کا مقام

ظاہر کیا ہے سلسلۂ ہست و بُود سے
گر چاہتے ہو قربِ خدا و نبی (جلّ جلالہ و ﷺ) ملے
رکھنا مُدام اپنی زباں تر دُرود سے[9]

مُحبّ اللہ نوری کا مجموعہ کلام "ارمُغانِ محبّت" یہ نعتیہ شاعری کی کتاب کا ہی نام نہیں بلکہ ان کے حقیقی جذبوں کا نام ہے۔اس نام میں خلوص کی مہک، مشکِ عنبر کی خوشبو، فکر کی سچائی اور اظہار کی بے ساختگی ہے۔ان کی فکر میں تازگی اور تنوّع بھی موجود ہے۔ عموماً لغت کی زبان کے حوالے سے مُحبّ اللہ نوری توصیف اور ستائش کا بساط بھر اپنا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی اسلامی روایات کے مطابق تعلیماتِ قرآنی کو ملحوظ رکھ کر، کبھی ایسی ناگوار صورت حال میں کہ عشقِ مجازی کا رنگ طاری ہو جاتا ہے۔ مگر مُحبّ اللہ نوری نے اپنے کلام میں بے ادبی کے پہلو سے دامن بچا کر سچّے جذبوں کو پاکیزگی اور احترام کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کی زیادہ تر توجہ اجتماعی شعور کا بیدار کرنے اور دوسروں کو سرورِ دوعالم ﷺ کی طرف کھینچنے میں ہے۔ وہ اپنا فرض نبھانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو غور و فکر کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ جس نشہ سے وہ خود سرشار ہیں اس کو دوسروں پر طاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اسی طرح وہ بیک وقت دو مقاصد پورے کر لیتے ہیں۔ایک اپنی ذات کی ترجمانی کا، تو دوسرا ہر فرد کو آمادہ خیر کرنے کا، یہ رجحان اُردو شاعری میں عام نہیں ہے۔ مُحبّ اللہ نوری اس مقام پر پہنچ کر شاعرِ پیغام بَر کے درجے پر فائز ہو جاتے ہیں۔اسی لیے تو وہ کہتے ہیں:

یوں مدحتِ سرکار ﷺ میں مصروف ہوا ہوں
شیدا و محبِّ درِ محبوبِ خدا ﷺ ہوں
صد شکر کہ آقا ﷺ کا گدا ابنِ گدا ہوں
نازاں ہوں کہ سرکار ﷺ کے ٹکڑوں پہ پلا ہوں[10]

مُحبّ اللہ نوری اپنے پاکیزہ جذبوں سے ہی دل موہ نہیں لیتے بلکہ ان کی شاعرانہ استعداد بھی چونکا دینے والی ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اظہار کے لیے مشکل پسندی کا ثبوت دیا ہے اور زبان و ہیئت کے تجربوں سے بھی گزرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مشکل پسندی قاری کو گراں نہیں گزرتی۔ وہ طویل ردیف اور تکرارِ لفظی سے تنوّع اور دلچسپی پیدا کر دیتے ہیں۔اس کے کئی نمونے ان کے مجموعہ کلام "ارمُغانِ محبّت" میں پائے جاتے ہیں۔چند اشعار درج ذیل ہیں جن سے اسی فن آزمائی کا اظہار ہوتا ہے:

مدینہ ہے بلدۂ سکینت، مدینہ افضل ہے ہر مکاں سے
مدینہ ہے مرکزِ محبّت، مدینہ پیارا ہے سب جہاں سے
مواجہہ کا یہ دیکھا منظر، نگاہیں نیچی، دُرود لب پر
حضورِ سرور ﷺ دھڑکتے دل سے، غلام آئے
کہاں کہاں سے[11]

مُحبّ اللہ نوری نے ذہن انسانی پر اثر انداز ہونے والے ان اشعار کے پہلو بہ پہلو ذات کی ترجمانی بھی کی ہے۔ جو نعتیہ شاعری روایت کی پابندی کے باوجود حقیقی جذبوں کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ اس تصوّر کی وضاحت کے لیے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

یادِ رسول پاک ﷺ سے ہو جس کی آنکھ نم
سمجھے کہ اس پہ خاص ہے اللہ کا کرم
سر میں انھی کا سودا ہے ، لب پر انھی کا ذکر
ہیں بے خبر جہان سے یادِ نبی میں ہم[12]

دراصل مُحبّ اللہ نوری کے ہاں یہ تصوّر حدیثِ قدسی سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
جعلتُک ذکراً من ذکری فمن ذکرک ذکرنی۔[13] ترجمہ: اے حبیب ﷺ! میں نے تیرے ذکر کو اپنے ذکر کا حصہ بنادیا ہے، سو جس نے تیرا ذکر کیا (درحقیقت) اس نے میرا ہی ذکر کیا۔
اسی حدیث قُدسی کی وضاحت کرتے ہوئے مُحبّ اللہ نوری فرماتے ہیں:

اللہ نے کہا ہے: "تیرا ذکر، میرا ذکر"
یوں اپنا ذکر ،ذکرِ نبی ﷺ سے کیا بہم[14]

تاجدارِ عرب وعجم، ساقیِ کوثر ﷺ کی سیرتِ مُقدسہ اور اُسوۂ حسنہ کی جائے دل نواز مدحت کے چمنستانوں میں بھی گُلہائے رنگارنگ کو سیراب کرتی ملتی ہے۔ رحمتِ دوعالم ﷺ کی سیرتِ اقدس کا ایک ایک لمحہ اور واقعات کا ایک ایک گوشہ صداقت کے گُہرہائے گراں مایہ سے دمکتا چمکتا ہے۔ خالقِ کائنات نے جناب رسالت مآب ﷺ کو اس کائنات کے ہر زمانے اور ہر فردِ انسانی کے لیے رہبر و رہنما بناکر مبعوث فرمایا ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ کی سیرت کا دائرہ اختیار بھی اسی طرح ہر زمانے پر محیط ہے۔ پھر سرورِ دوعالم ﷺ کا رخشندہ و تابندہ اُسوۂ حسنہ انسانی زندگی کا نُور

بنے گا۔ در حقیقت جس نے اپنی زندگی کو اس نُور سے منوّر کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔ جس نے سیرت کے اس مُقدّس آئینے میں اپنے کردار کو دیکھ کر سنوار لیا وہ اُخروی زندگی میں کامران ہو گیا۔ سخن طرازوں نے نعت کی سر زمین میں اُسوۂ حسنہ اور سیرتِ مُقدّسہ کے دل رُبا، سدا بہار اور زر نگار غنچہ ہائے شعلہ بار کاشت کیے ہیں۔ مُحبّ اللہ نوری کے حدیقۂ نعت میں بھی نکہت فشاں سیرت کی بادِ بہاری رقصاں ملتی ہے۔ انہوں نے اپنی کشتِ نعت کو تجلّیاتِ سیرت اور روایاتِ اُسوہ کی ضیائوں سے سینچا ہے۔ اُسوۂ کامل کے متنوّع مضامین قوسِ قزح کے رنگوں کا سماں پیش کرتے ہیں۔ بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں :

حبیبِ رب ہیں نبیٔ رحمت ، جمالِ حق ہے جمال ان کا
غضب سے ان کے خدا بچائے ، جلالِ حق ہے جلال ان کا
زمانے ان کے ہیں، ماضی ان کا ہے، فردا ان کا ہے، حال ان کا
انھی کا مشرق ، انھی کا مغرب ، جنوب ان کا ، شمال ان کا
جو مہرِ تاباں ہے ان کا ذرّہ تو بدرِ کامل ہلال ان کا
انھی کی نسبت سے کر رہا ہے دلوں کو روشن بلالؓ ان کا[15]

اس نعت کے تمام اشعار دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی محبّت و عقیدت ہی آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری ہے۔ آپ ﷺ کے سیرت و کردار کا ایک آئینہ مُحبّ اللہ نوری نے قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ چند اشعار دوسری نعت کے ملاحظہ ہوں:

سیرت حضور ﷺ کی ہے یا قرآں کھلا ہوا
میں والضحیٰ کو روئے حسیں آپ کا کہوں
اقصیٰ میں مقتدا تھے جو سب مُرسلین کے
ان کو نہ کیوں میں سرورِ کل انبیاء کہوں
سیرت ہے جن کی لائقِ تقلید، ان کو میں
مولائے کل کہوں کہ حبیبِ خدا ﷺ کہوں[16]

بلند پایہ نعت نگار، شاعر نعت راجا رشید محمود نعت گوئی اور نعت خوانی کے حوالے سے مُحبّ اللہ نوری کی نعت نگاری اور ان کے کلام کی ضوفشانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صاحبزادہ محمد مُحبّ اللہ نوری کے قلب ورُوح پر کلام اللہ کی نُور افشانیاں اور صحابہ کرامؓ کی تر زبانیاں اثر انداز ہوتی ہیں تو نعت کی صورت میں نورانیت بکھیرتی ہیں۔ قلبِ نُوری کے تار جب جھنجھنا اُٹھتے ہیں اور آنکھوں کی شبنمیت حد سے گزر کر ساون کی جھڑی لگاتی ہے تو شاعر کی یہ صورت گری ہوتی ہے۔ علم وادب کی متاعِ بے بہا، تقلید حسان و کعبین اور ابن رواحہؓ کی اوٹ سے جھانکتی ہے تو عقیدت وارادت کی شکل اختیار کرتی ہے۔"[17]

مُحبّ اللہ نوری نعت خواں بھی ہیں اور نعت گو بھی۔ اس لیے ان کے نعتیہ کلام میں جذب وکیف اور وفور وشعور کے ساتھ ہی ساتھ ایک رُوح پرور صوتی آہنگ بھی موج در موج ہے۔ انہوں نے نعتِ رسول ﷺ کو اپنی زندگی بنالیا ہے۔ اسی لیے ان کے مزاج ومعاملات میں شاہی نہیں گدائی جلوہ نمائی کرتی دکھائی دیتی ہے۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

نبیؐ کے در کا گدا بھی بفیضِ علمِ نبیؐ
جہاں پہ مخفی حقائق کو واشگاف کرے[18]

دوسری جگہ یوں رطب اللّسان ہیں:

وہ جس کے دل میں سما جائے حُبِ سرورِ دیں
فقیر ہو بھی تو شاہِ شہاں سے آگے ہے
وظیفہ جس کا ثنائے حضور ﷺ ہے نُوریؔ
وہ بندہ دنیوی سود و زیاں سے آگے ہے[19]

تجربے سے ثابت ہے کہ جس طرح نماز عبادت کے بجائے عادت بن جائے تو اس کے اثرات کردار پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اسی طرح نعت گوئی اور نعت خوانی اگر شہرت اور مالی فوائد کے حصول کا ذریعہ بن جائے تو لفظ کا رشتہ صداقت نطق سے منقطع ہو کر رزق سے جڑ جاتا ہے۔ اور ایک نعت خواں یا نعت گو اپنے اعمال وافعال میں خلقِ خدا کے لیے تکدر کا سبب بنتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری کے ہاں نماز کی طرح نعت گوئی اور نعت خوانی بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لیے نہ نفسی کمزوریاں ان کے کردار پر غالب آئی ہیں۔ اور نہ ان سے مل کر دل کے مکدر ہوتا ہے، اور نہ ابھی تک ان کے لفظ سے تاثیر ومعنی کی برکت اُٹھی ہے۔ بقول شاعر مُحبّ اللہ نوری:

محبّت سرورِ دوعالم ﷺ ہی اصلِ ایماں ہے رُوحِ دیں ہے
نماز بھی ہے اسی کی کامل، ہو دل میں جس کے خیال ان کا[20]

تصوّرِ نماز کی وضاحت کرتے ہوئے دوسری جگہ یوں رطب اللّسان ہوئے:

سرکار! ہم کو علم کی دولت کے ساتھ ساتھ
ذوقِ نماز صدقۂ لُطفِ نظر ملے[21]

مُحبّ اللہ نوری کے نعتیہ کلام میں سوز و ساز درجہ کمال کا ہے۔ وہ الفاظ کو برتنے کا ہُنر جانتے ہیں اس لیے نعتِ رسول ﷺ کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ حبیبِ خدا ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں مقاماتِ جنبش ابر وشاذ و نادر ہی آتے ہیں۔ بیشتر کلام میں التجا اور دُعا کا لہجہ کار فرما ہوتے ہیں۔ انکساری اور عاجزی اُن کی فکر میں ایمان کی طرح پیوست ہیں۔ لہذا ان کے کلام میں نہ اظہار میں کوئی فخر و مبالغہ ہے اور نہ کردار میں کوئی منافقت ہے۔ اس تصوّر کی مزید وضاحت ان اشعار سے ہو سکتی ہے۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

پڑتے ہی آقا ﷺ کے گنبد پر نگاہِ اوّلیں
اِک سرور و کیف سا روح و رواں میں آ گیا
اِک گدائے بے نوا نُوری محبّ اللہ بھی
بھیک لینے شہرِ شاہِ مُرسلاں ﷺ میں آ گیا[22]

مُحبّ اللہ نوری کے کلام میں صحت عقائد، ذات وصفات باری تعالیٰ کی جلالت اور عظمت حبیبِ خدا ﷺ سے آگاہی کی جھلک نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عشق کی دولت سرمدی کے ساتھ ذوق نعت گوئی کی دولت سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ایک اچھا نعت خواں حاضرین محفل کے ذوق سماعت کا نباض ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کے لیے بڑی مہارت اور سلیقہ مندی کے ساتھ ''ارمُغانِ محبّت'' میں مُترنّم بحروں کا انتخاب کیا ہے۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

وہ جن کا اُسوہ عفو و کرم، رحم، موہبت
رحمان جن کو رحمۃ اللعالمین کہے
وہ ترجمانِ ربِ علا جن کا نطق وحی
اللہ ان کو خاتمِ کل مُرسلیں کہے[23]

مُحبّ اللہ نوری نے نادر تراکیب اور نامانوس الفاظ کا سہارا لے کر اپنے فن کا رعب جمانے کی کوشش کے بجائے صاف و شگفتہ اور متاثر کن انداز میں اپنے جذبہ عقیدت کا اظہار و ابلاغ کیا ہے۔ چناں چہ ان کی نعتیہ شاعری میں ٹھوس اسلامی عقائد کی بنیاد پر مختلف جہتوں سے عظمت محبوب کردگار ﷺ کا بیان اور روضۃ من ریاض الجنّۃ (مدینہ مُنوّرہ)

سے دُوری کا احساس اور اس دیارِ مُقدّس میں حاضری کی تڑپ نمایاں ہے۔ جسے انہوں نے بڑی سادگی و شگفتگی اور کسی قدر اظہار کی پختگی کے ساتھ اپنے کلام میں تسبیح کے دانوں کی طرح سمو دیا ہے۔ بطور نمونہ کلامِ مُحبّ اللہ نوری سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کون و مکاں بنے ہیں محمد ﷺ کے نُور سے
مظہر انھی کے علم کے ہیں لوح اور قلم
حق شفاعت حق نے جو سانپا حضور ﷺ کو
پھر معصیت شعاروں کو کیا خدشہ، کیسا غم
قربِ نبی کا اعلیٰ وظیفہ دُرود ہے
پڑھتے رہو دُرود ، پہنچ جاؤ گے حرم[24]

مُحبّ اللہ نوری کے نعتیہ کلام کے بیشتر موضوعات و مضامین کی اساس شریعت اسلامیہ کے نصوص پر ہے۔ جس کی نہایت عمدہ مثالیں ان کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً: رسول اللہ ﷺ کا سیّد الانبیاء و امام الانبیاء ہونا مشہور و محقق ہے۔ یوں تو تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مُقدّس ہستیاں اخلاق و کردار کی اعلیٰ ترین مثالیں موجود ہیں۔ مگر سیّد الانبیاء نے صاحب خُلقِ عظیم ہونے کی حیثیت سے مکارم اخلاق کو ان کے درجہ کمال تک پہنچایا۔ جس کی مزید وضاحت حدیثِ قُدسی سے ثابت ہے:

انّما بُعثتُ لأ تمّم مَكارمَ الأخلاق۔[25] ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اعلیٰ اَخلاق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

اس کے علاوہ خالقِ کائنات نے آپ ﷺ کے اعلیٰ اَخلاق اور اُسوۂ حسنہ کو تمام مخلوقات کے لیے اعلیٰ ترین معیار قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة لِّمن كان يرجُوا الله واليوم الأخر وذكرالله كثيراً[26] ترجمہ: بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی سے ثابت ہے کہ یہ ذکرِ رسول ﷺ کی معجز نمائی ہی ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود آپ ﷺ کے مبارک تذکرے سے زنگ آلود قلوب روشنی کی کرنیں پاتے ہیں۔ اور قلب کی اس حرارت سے معاشرے کے غیر ذمہ دار افراد بھی کردار کے غازی بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو مُحبّ اللہ نوری کس طرح مختصر

الفاظ میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کیا خوب اُن ﷺ کے رب نے سنوارا ہے اُن کا نام
دل کش ہے، دل پذیر ہے، پیارا ہے اُن ﷺ کا نام
کرتے رہے تمام نبیؑ جن کا ذکرِ خیر
صبح و مسا وظیفہ ہمارا ہے اُن ﷺ کا نام
تخلیقِ کائنات کا باعث ہے اُن ﷺ کی ذات
تسکینِ رُوح وجاں ہے، دل آرا ہے اُن ﷺ کا نام[27]

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی بے نقاب ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوّت ورسالت زمان ومکان کی حدود سے ماوراہے۔ یعنی جب تک یہ عالم برقرار رہے گا نبی مکرّم ﷺ کی رسالت کا پرچم لہراتا رہے گا۔ آپ ﷺ ہادیٔ کُل اور ختمِ رُسل ہیں۔ آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ تمام حیاتِ انسانی کو محیط ہے۔ انسان کی ذہنی ومعنوی ترقی اس کی ذات کی تکمیل کا عملِ پیہم ہے۔ جسے شعورِ انسانی کے ارتقاء سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ قرونِ اُولیٰ سے تاعہدِ حاضر بنی نوع انسان نے ترقی کے جتنے مدارج طے کیے ہیں، اس نے ہر مرحلے پر نقش قدم سرورِ کونین ﷺ سے روشنی کے سُراغ پائے ہیں۔ اور آئندہ بھی ذہن انسانی جس قدر ارتقاء کی منزلیں طے کرتا رہے گا، اسی قدر صُبح ازل کے آفتاب وشام ابد کے مہتاب جناب رسالت مآب ﷺ کے جلوؤں سے تابندگی پاتا رہے گا۔ اس حقیقت کو مُحبّ اللہ نوری نے بڑی جامعیت اور سادگی کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

حضور ﷺ آئے تو انصارؓ کا ترانہ تھا
اُتر کے آ گئے شمس و قمر مدینے میں
ضیائے چہرۂ والشّمس سے ضیا لینے
اُتر کے آ گئے شمس و قمر مدینے میں
جمالِ سیّدِ عالم ﷺ کی ایسی دُھوم مچی
اُتر کے آ گئے شمس و قمر مدینے میں[28]

اللہ تعالیٰ کے پیغام اور احکاماتِ الٰہیہ سے ہمیں یہ بشارت بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمہ وقت باعث تکوین دوعالم ﷺ پر دُرود وسلام بھیجتے ہیں۔ چناں چہ بنی نوع انسان میں سے جن خوش نصیبوں کو نعت سرورِ کائنات

کی توفیق عطا کی جاتی ہے، ان کی شانِ عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے کہ اس کارِ مدحت میں فرشتے بھی ان کے ہم زبان ہوتے ہیں۔ اس خوش نصیبی کے ادراک پر جناب مولانا مُحبّ اللہ نوری کی تحدیث نعت بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

سرکار پر دُرود ہے وہ وردِ جاں فزا
جس کی قبولیت میں کوئی شک ذرا نہیں
خالق بھی بھیجتا ہے دُرود ان کی ذات پر
قُدسی ہی صرف اِس میں مرے ہم نوا نہیں[29]

مُحبّ اللہ نوری کے نعتیہ کلام میں جابجا ایسے اشعار ملتے ہیں جو رسالت مآب ﷺ پر ان کے ایمان اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی والہانہ مودّت و ارادت سے اور ان کی شفاعت پر ایقان کی بین دلیل ثابت ہوتے ہیں۔ بقول شاعر مُحبّ اللہ نوری:

غلامی آپ کی ہے جانِ ایقاں یا رسول اللہ ﷺ!
محبت آپ کی ہے اصلِ ایماں یا رسول اللہ ﷺ!
دکھا دیں ہم کو اپنا رُوئے تاباں یا رسول اللہ ﷺ!
میں صدقے یا رسول اللہؐ، میں قرباں یا رسول اللہ ﷺ!
گرفتار حوادث ہیں مسلماں یا رسول اللہ ﷺ!
ہو ان کے درد کا للہ درماں یا رسول اللہ ﷺ[30]!

مذکورہ بالا اشعار مُحبّ اللہ نوری کے ہی جذبۂ ایمانی کا مظہر ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اہلِ ایمان کے دل کی آواز بھی ہیں۔ تاجدارِ مدینہ، حبیبِ کبریا حضرت محمد مُصطفیٰ ﷺ کا راستہ ہی در حقیقت صراطِ مُستقیم ہے اور صراطِ مُستقیم ہی خالقِ حقیقی تک پہنچنے کی واحد سبیل ہے۔ دَراصل یہ بات باعثِ تشکر و امتنان ہے کہ مُحبّ اللہ نوری کے نعتیہ کلام میں عقیدت آفریں، جذبات کی فراوانی اور خیالات کی روانی کے ساتھ ساتھ مضامین کا تنوّع بھی پایا جاتا ہے۔ جو بلا شبہ ان کی نعت گوئی کی قدرت پر دلالت کرتا ہے۔

عشق صادق کی یہ ادا بھی کتنی عجیب ہوتی ہے کہ دریائے معرفت کے غواص جس قدر گہرائی تک رسائی پاتے ہیں تو مادی وسائل پر ان کا انحصار اتنا ہی کم ہو جاتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری منزلِ سُلوک کے اس مقام پر تو فائز نہیں مگر وہ اس بات کے آرزو مند نظر آتے ہیں کہ عشق محبوب کردگار ﷺ سے اس قدر سرشار ہو جائیں کہ آپ ﷺ کے

تصوّر میں پلکوں پر چراغاں رہے اور ان کی ہر رات کی اس طرح سحر ہوتی رہے۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

ذکرِ محبوبِ خدا ﷺ کی رفعتیں تو دیکھیے
ساتھ رب کے نام آقا ﷺ کا اذاں میں آ گیا
پڑتے ہی آقا ﷺ کے گنبد پر نگاہِ اوّلیں
اِک سرور و کیف سا رُوح و رواں میں آ گیا[31]

مُحبّ اللہ نوری کی نعتیہ شاعری میں بعض مقامات پر ندرت فن کے شواہد بھی نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے ہم عصر بعض دیگر نعت گو شعرا کی طرح نعت نگاری کے سفر میں بھی ابتدائی مراحل ہی طے کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن اقلیم نعت کی وسعتوں میں وہ جس قدر ذوق و شوق اور عزم و استقامت کے ساتھ رواں دواں ہیں، اگر ان کی یہ وضع قطع ایسی ہی برقرار رہی تو بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دورِ جدید کے ایک اہم اور بڑے نعت گو شاعر کی حیثیت سے پہچانے جائیں گے۔ کلامِ مُحبّ اللہ نوری سے ندرت فن کی چند مثالیں بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

سب سے افضل، سب سے اعلیٰ، سب سے باعظمت حضور
ہیں حبیبِ حق تعالیٰ ، سب سے ذی حشمت حضور
ہر جگہ پر پٹ رہی ہے آپ کی اُمّت حضور
قُرونِ اُولیٰ کی سی پھر اس کو ملے شوکت حضور[32]

اللہ تعالیٰ نے محبوبِ مصطفیٰ ﷺ کو بے شمار معجزات سے نوازا، جن میں سے ایک معروف معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے بوقت ضرورت کنوئیں کے کھاری پانی کو اپنے دہن مبارک کا لعاب ڈال کر میٹھا اور شیریں کر دیا۔ اس معجزے کو مُحبّ اللہ نوری اپنے شعر کی زبان میں یوں بیان کرتے ہیں:

کھاری کنویں کو میٹھا کرے آپ ﷺ کا لعاب
ذرّے کو آفتاب کرے پرتوِ کرم[33]

مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان و یقین ہے کہ نبی مکرّم ﷺ صادق الامین، شفیع المذنبین، تاجدارِ حرم اور شافع محشر ہیں۔ آپ ﷺ روزِ محشر جس کی شفاعت فرمادیں گے تو پروردگارِ عالم اپنے فضل و کرم سے اسے معاف فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف اس بندے کو معاف فرمائیں گے بلکہ اس بندے کو جنّت الفردوس میں داخل فرمادیں گے۔ شاعر مُحبّ اللہ نوری کے کلام میں متعدد اشعار میں شفاعتِ رسول ﷺ کا حوالہ شعری زبان میں

نہایت عُمدگی سے پیش کیا گیا ہے۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

سرِ حشر سب بخشے جائیں گے عاصی
جونہی ہاتھ آئی شفاعت کسی کی[34]

شفاعتِ رسول ﷺ کے حوالے سے ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیے:

بروزِ حشر چاندی ہو گی سب عصیاں شعاروں کی
کہ ہو گا ان کے ہاتھوں میں زرِ خالص شفاعت کا[35]

مُحبّ اللہ نوری دردِ دل رکھنے والی شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے ملّتِ اسلامیہ کی زبوں حالی، بے کسی، بے چارگی اور بے بسی کو بھی اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔ اُمّتِ مُسلمہ آج جن مصائب و آلام، کفار و اغیار کی مکاریاں اور اپنوں کی سازشوں کی بدولت جیسے مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ ان کا ذکر کر کے تاجدارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ حضرت محمد رسول ﷺ سے عاجزانہ انداز میں استمداد کے لیے التجا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اغیار کی سازش سے زبوں حال ہے اُمّت
کب تک میں اسی دُکھ میں شب و روز کراہوں[36]

ایک اور جگہ فریاد کناں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دنیا میں اُمّت آپ کی خوار و ذلیل ہو گئی
آقا ﷺ کرم سے اس کا حال اور نہ ہونے دیں زبوں[37]

پورے عالَم میں ہر طرف مُسلمانوں اور عالم اسلام کو مٹانے کی کوششیں جاری و ساری ہیں۔ مسلمانوں کو ذلیل و خوار کرنے اور اُمّتِ مُسلمہ کے خون کی ارزانی کرنے میں غیر مُسلم اقوام مسلسل مصروف عمل ہے۔ خونِ مُسلم کی ارزانی کا حوالہ دیتے ہوئے مُحبّ اللہ نوری یوں رقم طراز ہیں:

زَبوں حالی فزوں حد سے ہوئی ہے مُسلم اُمّہ کی
ہوا دنیا میں اس کا خون ارزاں یا رسول اللہ ﷺ[38]

تاریکی کی راہوں میں کھوئی ہوئی قوم کو جگانے کے لیے ہمیشہ حضرت علامہ اقبالؒ نے بارگاہِ اقدس ﷺ میں مسلمانوں کی استمداد کے لیے دردمندانہ انداز میں درخواست کی ہے کہ اُمّت کی زبوں حالی کے خاتمہ کے لیے امداد فرمائیں۔ اسی ضمن میں مُحبّ اللہ نوری نے بھی حکیم الاُمّت حضرت علامہ اقبالؒ کے اُسلوب اور انداز کو بڑی

خوبصورتی کے ساتھ اپنایا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری کا کہنا ہے کہ تمام اُمّت مُسلمہ کو چاہیے کہ اب جمود کی حالت سے باہر نکل آئیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق توحید و رسالت کے نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح دشمنانِ اسلام کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جائیں۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

اُٹھ نعرۂ رسالت و توحید کر بلند
اے مردِ حق! ہے کام تجھے کیا جمود سے[39]

مُحبّ اللہ نوری کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی پاسداری، روز مرّہ اور محاورہ کے بر محل استعمال سے زبان و بیان میں چاشنی کا عُنصر بڑا واضح ہے۔ ان کے ہاں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں جو زبان کی صفائی، خیالات کی پاکیزگی اور جملے کی روانی و سلاست سے متّصف ہوتے ہیں۔ بقول مُحبّ اللہ نوری:

رشکِ سحر ہے ، مشک بُو ہے ، کیف زا فضا
منظر ہے کیا حسین مدینے کی شام کا[40]

ایک اور جگہ پر اسی پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھولوں کی نزہت اور بہاروں کا بانکپن
پرتَو ہے حسنِ سرورِ عالی مقام ﷺ کا[41]

قواعد کی رُو سے دقیق اور مشکل الفاظ کو اس مہارت سے کام میں لانا کہ کلام کی صحت، روانی اور سلاست، مجروح نہ ہونے پائے "چستی بندش" کہلاتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری کے کلام میں بھی کہیں کہیں دقیق اور مشکل تراکیب کا استعمال ضرور ہوا ہے مگر کہیں بھی شعر کی لطافت ٹوٹنے نہیں پائی۔ مُحبّ اللہ نوری رقم طراز ہیں:

جب بھی ستائے رنج و غم ، اسمِ رسولِ پاک لوں
وِرد ہے یہ وہ جاں فزا ، جس سے ملے دلی سکوں
مجھ پہ کرم کی اک نظر ، کیجیے مالکِ خشک و تر
آپ کے در کا ریزہ خوار ، سائل تشنہ کام ہوں[42]

مُحبّ اللہ نوری کا نعتیہ کلام ایسی تراکیب سے مُزیّن ہے جن میں عشق رسول ﷺ کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ اور یہی جذبہ اور فن ان کے اُسلوب کو زیادہ جان دار بنا دیتا ہے۔ ان کے ہاں عطفی اور اضافتی تراکیب ادائے معنی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ترکیب عطفی کی مثال ملاحظہ ہو:

جو پناہِ سیّدِ کون و مکاں میں آ گیا
وہ امانِ خالقِ ہر انس و جاں میں آ گیا
کفر سے ہو کر بری، وہ صاحب ایماں ہوا
جو پناہِ سیّدِ کون و مکاں میں آ گیا[43]

اضافتی ترکیب کی مثال درج ذیل ہے:

بنایا رب نے اپنے نُور سے یوں نُور احمد ﷺ کا
ظہور اس عالمِ امکاں میں ہے سارا محمد ﷺ کا
نہیں ہے سلسلہ محدود ان کے فیضِ بے حد کا
ظہور اس عالمِ امکاں میں ہے سارا محمد ﷺ کا[44]

مُحبّ اللہ نوری کا نعتیہ کلام پڑھتے ہوئے راقم الحروف کو جو باتیں ان کی نعت میں نمایاں طور پر دیکھنے کو ملی ہیں وہ ذکرِ مدینہ ،زیارتِ گنبدِ خضریٰ اور برکات دُرود و شریف ہیں۔ جس طرح مدینہ عاشقانِ رسول ﷺ کی جان میں بسا ہوا ہے ، اسی طرح دُرود شریف وہ وظیفہ ہے جو زبان کا ذکر اور قلب و رُوح کی روشنی ہے۔ اور گنبدِ خضریٰ کی دید سے عاشقانِ رسول ﷺ آنکھوں کی طراوت بھی حاصل کرتے ہیں اور یہ درجۂ ایمان کو بھی بڑھانے کا سبب بنتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری خوش گوار اور سلیس ترین زبان لکھنے والے شاعر ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام ”ارمغانِ محبّت “کا بغور مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نعت گوئی کے میدان میں وہ کتنی سادگی وصفائی، بے تکلفی و برجستگی سے کامیاب ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جو کچھ بھی نعت شریف میں کہتے ہیں، سُننے والا وجد کرتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے۔ مُحبّ اللہ نوری کا تمام کلام فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، مضمون و زبان اور کیف و سُرور کی دولت سے مالا مال ہے۔ ان کی نعتیں اُردو ادب میں بجا طور پر ایک اضافہ تصّور کی جاسکتی ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے اوصافِ حمیدہ کو انتہائی عقیدت، محبّت اور وارفتگی سے نظم کیا ہے جن میں جذبات اور خیالات کا اچھوتا رنگ اور دلکش انداز فکر نظر آتا ہے۔ جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انھیں زبان اور بیان پر کس قدر قدرت حاصل ہے۔ یقیناً اُن کا نعتیہ کلام بارگاہ نبوی ﷺ میں نیاز مندانہ عرض اور بندگانہ التجا و التماس کی شانِ حقیقی رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام

مُحبّ اللہ نوری کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ کے بعد جو بنیادی بات قارئین کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ نعت رسول

ﷺ ان کا محبوب ترین مشغلۂ حیات ہے۔ جس کی بنیاد اور محرک اُن کی حرارتِ ایمانی اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے والہانہ عقیدت و شیفتگی ہے۔ اور اسی سرمایۂ عشق و محبّت کو وہ اپنے لیے ذریعۂ نجات اور وجہ مغفرت سمجھتے ہیں۔ اُن کے نعتیہ کلام سے خوب واضح ہوتا ہے کہ نعت گوئی اُن کے مضطرب اور بے قرار روح کے لیے باعث تسکین اور موجب راحت ہے۔ ان کے کلام میں موجود ایک ایک شعر سے نبی رحمت ﷺ کی عقیدت و محبّت جھلکتی ہے۔ اور عشق رسول ﷺ کی مستی و سرشاری میں ڈوبی ہوئی یہ فضا پڑھنے والے کی آنکھ بھی نم کر دیتی ہے۔ غرض یہ کہ محبّ اللہ نوری کا نعتیہ مجموعہ "ارمُغانِ محبّت" اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعر کو نعت رسول ﷺ سے ایک قلبی اور رُوحانی وابستگی ہے۔ اور نبی رحمت ﷺ کی ذات بابرکات سے بے پناہ لگاؤ بھی ہے۔ اور اسی عشق و محبّت کو انہوں نے بڑی مہارت، فن کاری اور عقیدت مندانہ جذبے کے تحت بڑی خوبی سے شعری قالب میں ڈھالا ہے۔ بلاشبہ اُن کی نعتیں اُردو شعر و ادب کی نعتیہ شاعری میں ایک نمایاں اور لائقِ تحسین اضافہ ہیں۔ اور حقیقت میں یہی نعتیہ شاعری اُن کی شہرت و عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مُحبّ اللہ نوری کو بارگاہِ رب ارض و سماوات میں بہ صمیم دل شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہیں نعت نگاری کی توفیق ارزانی ہوئی۔ ذالک فضل اللہ، میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان پر تادمِ حیات رہے۔ اور نعت نگاری کے جادے پر سلامت روی سے منزل فلاح و نجات کی طرف بڑھتے رہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے اپنے نعتیہ مجموعہ کلام کا نام "ارمُغانِ محبّت" رکھا ہے، نعت ہی ان کی زندگی کا سرمایۂ حیات ہو اور انہیں روزِ حشر شافع محشر ﷺ کے سامنے سرخرو ہونے کی سعادت بھی نصیب ہو۔ آمین

حوالہ جات

---

[1] راجا محمد کوثر سعیدی، تبصرہ کتب، ارمغانِ محبّت، از مُحبّ اللہ نُوری، ملتان: ماہنامہ السعید، اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص ۸۷۔

[2] القرآن۔ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷

[3] القرآن۔ سورۃ الم نشرح آیت ۴

[4] مرزا غالب، شرح دیوانِ غالب، مُرتبہ: اشرف رفیع، لاہور: زاہدہ نوید پرنٹرز، جولائی ۲۰۱۳ء، ص ۱۴۳۔

[5] مُحبّ اللہ نوری، ارمُغانِ محبّت، بصیرپور: فقیہ اعظم پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۵۔

[6] روزنامہ نوائے وقت، لاہور: ۰۶ اگست ۲۰۰۹ء۔

[7] مُحبّ اللہ نوری، ارمُغانِ محبّت، ص ۵۷۔

[8] ایضاً، ص ۱۹۰۔

[9] ایضاً، ص ۱۷۰۔

[10] ایضاً، ص ۱۱۹۔

[11] ایضاً، ص ۱۸۷۔

[12] ایضاً، ص ۱۱۲۔

[13] عبد الرحمن بن علی الجوزی، امام، بحرُ الدُّمُوع، کراچی: مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۴۵۔

[14] مُحبّ اللہ نوری، ارمُغانِ محبّت، ص ۱۱۵۔

[15] ایضاً، ص ۳۰۔

[16] ایضاً، ص ۱۳۵۔

[17] راجا رشید محمود، دیباچہ، ارمُغانِ محبّت، از مُحبّ اللہ نوری، بصیر پور: فقیہ اعظم پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۱۳۔

[18] مُحبّ اللہ نوری، ارمُغانِ محبّت، ص ۱۷۷۔

[19] ایضاً، ص ۲۰۰۔

[20] ایضاً، ص ۳۱۔

[21] ایضاً، ص ۱۹۷۔

[22] ایضاً، ص ۵۸۔

[23] ایضاً، ص ۲۰۲۔

[24] ایضاً، ص ۱۱۳۔

[25] عبد الرحمن بن علی الجوزی، امام، بحرُ الدُّمُوع، ص ۸۵۔

[26] القرآن۔ سورۃ الاحزاب آیت ۲۱۔

[27] مُحبّ اللہ نوری، ارمُغانِ محبّت، ص ۱۱۷۔

[28] ایضاً، ص ۱۲۸۔

[29] ایضاً، ص ۱۲۴۔

[30] ایضاً، ص ۱۴۰۔

[31] ایضاً، ص ۵۸۔

[32] ایضاً، ص ۱۰۵۔

[33] ایضاً، ص ۱۱۰۔

[34] ایضاً، ص ۱۴۷۔

[35] ایضاً، ص ۱۷۔

[36] ایضاً، ص ۱۲۳۔

[37] ایضاً، ص ۱۳۹۔

[38] ایضاً، ص ۱۴۲۔

[39] ایضاً، ص ۱۷۲۔

[40] ایضاً، ص ۷۸۔

[41] ایضاً، ص ۷۹۔

[42] ایضاً، ص ۱۳۷۔

[43] ایضاً، ص ۵۶۔

[44] ایضاً، ص ۲۴۔